ادبی مصادر میں آثار عمرین رض

آثار عمر رض

(۶)

جناب ڈاکٹر ابو النصر محمد خالدی صاحب پروفیسر شعبۂ تاریخ عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد

۶۵ عمر رض نے ابو موسیٰ اشعری کو لکھا:

اللہ کی حمد اور اس کے رسول پر سلام وصلوٰۃ کے بعد معلوم رہے کہ: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ لوگوں کی اکثریت عموماً اپنے حکمرانوں کو سخت ناپسند کرتی ہے۔ میں اللہ سے اپنے اور تمہارے لئے اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ ہمیں اندھی نادانی اور جوش انگیز کینے اپنی گرفت میں لے لیں اور حالت یہ ہو کہ خواہشوں کی پیروی کی جائے اور دنیا کو ترجیح دی جائے۔

تم (روزانہ) اللہ کی حدیں قائم کرنے (عدل گستری و انصاف رسانی کے لئے مجمع عام میں) اجلاس کیا کرو۔ خواہ دن بھر میں کچھ ہی دیر کے لئے کیوں نہ ہو۔ اگر تمہارے سامنے دو ایسے امور پیش ہوں کہ ایک اللہ کے لئے اور دوسرا دنیا کے لئے تو دنیا میں اپنا حصہ لینے پر اپنے آخرت کے حصہ کو ترجیح دو۔ کیوں کہ دنیا ختم ہو جائے گی۔ آخرت باقی رہے گی۔ اللہ کے خوف سے تشویش ناک رہو۔ بدکاروں کو دھمکاؤ۔ ان کو پراگندہ و منتشر کردو۔ (کہیں وہ اپنا جتھا نہ بنالیں)۔

اگر عرب قبیلوں میں دشمنی ہو اور وہ مدد کے لئے اپنے اپنے اہل قبیلہ کو پکاریں۔ آؤ بھائیو! (ہمارے دشمن کے خلاف) ہماری مدد کرو تو تم یقین کر لو کہ یہ بلاوا شیطان کا بلاوا ہے۔ ان پر تلوار چلاؤ تا آں کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف پلٹ آئیں اور ان کی پکار اللہ اور امام کی طرف ہو (شریعت۔ قانون کو اپنے ہاتھ میں نہ لے لیں بلکہ مقتدر۔ حاکم سے اللہ کا فیصلہ نافذ کرنے کی درخواست کریں)

امیر المومنین کو اطلاع ملی ہے کہ بنوضبہ اپنے بھائی بندوں کو آواز دیتے ہیں۔ میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اللہ نے انھیں اس پکار کے ذریعہ کبھی کسی بھلائی کو نہیں ابھارا اور نہ اس کے وسیلہ کبھی کسی برائی کو روکا۔ جب تمھیں میرا یہ مراسلہ ملے تو فہمائش کے بعد بھی سمجھ نہ آئی تو انھیں سزا دو۔ بنوضبہ سے غیلان ابن فرشتہ کو اپنے مصاحبوں میں شامل رکھو۔

بیماروں کے پاس جایا کرو۔ جنازوں میں شرکت کیا کرو۔ ہر کس و ناکس کے لئے اپنا دروازہ کھلا رکھو۔ اور ان کے معاملہ میں بذات خود دلچسپی لو۔ (یہ نہ بھولو کہ) تم بھی انھیں میں سے ایک ہو الا یہ کہ اللہ نے بہ نسبت ان کے تم پر زیادہ بوجھ ڈالا ہے۔

امیر المومنین کو معلوم ہوا ہے کہ تمھارے اہل خانہ کے لباس خوراک اور سواری میں ایسی آن بان ظاہر ہونے لگی ہے جو عام مسلموں کے لئے نہیں ہے۔ عبداللہ خبردار رہو! تمھاری حالت کہیں اس چرندہ کی سی نہ ہو جائے جو کسی سرسبز میدان سے گزرا تو موٹا ہونے کے سوا اس کا کوئی مقصد ہی نہیں رہا۔ حال آں کہ اس کی موت اس کے موٹاپے ہی میں ہے۔ اچھی طرح جان لو کہ حکمراں کو اللہ کی طرف پلٹ کر جانا ہے۔ فرماں روا اگر کج روی اختیار کرے تو اس کے زیر فرماں لوگ بھی ٹیڑھی چال چلنے لگتے ہیں۔ سب سے زیادہ بدبخت وہ شخص ہے جس کے سبب اس کے زیر فرمان لوگ بھی بدبخت ہو جائیں۔ والسلام۔

البیان والتبیین۔ ج ۲ ص ۲۹۳

۶۶ عمرؓ نے فرمایا: تم اللہ کی کتاب کے مٹکے (گونی) اور دانش کے چشمے (بہم پہونچاتے) بنو۔ اللہ سے روز کی روزی روز مانگو۔ اگر وہ زیادہ سودمند نہ ہو تو اس میں تمہارا زیاں بھی نہیں۔

البیان والتبیین ج ۲ ص ۳۰۳ نیز ج ۲ ص ۲۸۹

۶۷ عمرؓ جب کوئی غلام خریدتے تو یہ دعا کرتے: یا اللہ! یہ مجھے اس طرح عنایت فرمائیے کہ وہ امانت دار، خیرخواہ و سچا ہو اور اس کی عمر دراز ہو۔

البیان والتبیین ج ۲ ص ۳۲۱

۶۸ عمرؓ جب کسی کو حکومت کا کوئی عہدہ دیتے تو فرماتے: حکومتی کام (عہدہ داری) ایک بھٹی ہے دیکھو! تم اس سے کس طرح نکلتے ہو۔

البیان والتبیین ج ۲ ص ۳۲۱

تشریح: جس طرح کسی اعلیٰ دھات کا کھرا یا کھوٹا ہونا موس میں ڈالنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔ اسی طرح با اقتدار ہونے پر عہدہ دار کا بدکار یا پرہیزگار ہونا ظاہر ہو جاتا ہے۔

۶۹ عمرؓ نے فرمایا: تیرانداز سوار کی قوت اس وقت تک نہیں ٹوٹتی جب تک وہ کمان کا چلہ کھینچتا اور گھوڑے پر کود کر سوار ہوتا رہے۔

البیان والتبیین۔ ج ۳ ص ۲۳

ملحوظ:۔ درج بالا اثر کی تشریح جاحظ نے یوں کی ہے: ایک تیرانداز کی طاقت اس وقت تک کام دیتی رہتی ہے جب تک کہ وہ کمان کا چلہ (میدان جنگ کے علاوہ بھی بطور مشق) کھینچتا رہے۔ (مشق و مہارت سے جسم کو سختی برداشت کرنے کی عادت ہو جاتی ہے) اور گھوڑے پر سوار ہو تو رکاب میں پاؤں ڈالے بغیر اچک کر سوار ہو تو پھرتی و چستی باقی رہتی ہے۔ (یہ جہادی زندگی کے لئے نہایت ضروری ہے)۔

۷۰ عمرؓ نے فرمایا: راحت ایک بندھن ہے کہ یہ آدمی کو بے کار کر دیتا ہے موٹاپے سے خبردار رہو کہ یہ بھی آدمی کو سست بنا دیتا ہے۔

اور بروایتے: تن آسانی سے خبردار۔ یہ فرائض سے بے پروائی ہے۔

البیان والتبیین ج ۳ ص ۲۳

و باختلاف البخلاء ج ۲ ص ۷۸

۷۱ شام و فارس و مصر جیسے شاداب علاقے عرب مسلموں کے قبضہ میں آگئے تو عمرؓ نے دیکھا کہ مہاجرین و انصار اپنی معاشی و معاشرتی زندگی میں آسائش و کشادگی اختیار کرتے جارہے ہیں۔ ان کی اکثریت غیر عرب باشندوں کی سی راحت خیز زندگی بسر کرنے کی فکر میں لگی ہوئی ہے۔ اس صورت حال کے پیش نظر عمرؓ نے فرمایا: اے اہل عرب! تم اپنے جدّ اعلیٰ سعد بن عدنان (رسول اللہ صلعم کی ۱۹ ویں پیڑھی) کی طرح اکھڑ و سادہ زندگی اختیار کرو۔ رکاب کاٹ دو اور گھوڑے پر اچک کر سوار ہوا کرو۔

البیان والتبیین ج ۳ ص ۲۴

البخلاء ج ۲ ص ۷۸ و ۷۹

۷۲ عمرؓ نے مسلموں کو خطاب کر کے فرمایا: (یا لکھا)

تم اپنے اونٹوں کو پتھریلی زمین میں چلایا کرو۔ اِن کے تلوے چھل جانے پر بھی انہیں بھاگنے کے قابل بناؤ اور تم خود موزے نہیں بلکہ صرف تسمے کی جوتیاں پہنا کرو نہیں معلوم کب دشمن اچانک آپڑے تو پیچھے پلٹتے ہوئے دوڑنے یا یکایک دشمن پر ہجوم کرنے کی نوبت آجائے۔

یا بروایتے: ننگے پیر چلا کرو۔ نہیں معلوم دشمن کا پیچھا کرنے کے لئے تم کو یکایک کب دوڑنا پڑے یا اچانک حملہ ہو جائے تو عارضی طور پر پسپا ہونے کی نوبت آجائے۔

البیان والتبیین ج ۳ ص ۲۴

البخلاء ج ۲ ص ۷۹

۷۳ اصمعی اپنے شیخ عمری سے روایت کرتے ہیں
عمرؓ دائیں ہاتھ سے اپنے گھوڑے کا دایاں کان پکڑتے ۔ اپنا پورا جسم اکٹھا کرتے (سکیڑتے) پھر اچھل کر سوار ہو جاتے تو (گھوڑے کی پیٹھ پر اس طرح جم جاتے کہ) معلوم ہوتا گویا آپ گھوڑے کی پیٹھ ہی کے لئے پیدا کئے گئے ہیں (اسی کی پیٹھ پر پیدا ہوئے ہیں)

البیان والتبین ج ۳ ص ۲۴

۷۴ عمرؓ نے عُمیر بن سعد کو حمص واقع شام کا والی مقرر کیا تھا ۔ ایک مرتبہ وہ دارالخلافہ آئے ۔ اس وقت ان کے ساتھ ایک تھیلی، ایک چرمی کوزہ، لکڑی کا ایک لگن اور ایک لاٹھی تھی ۔ ان کے سوا اور کوئی سامان نہیں تھا ۔

عمرؓ نے عُمیر سے پوچھا: یہ خستہ حالی کیوں ؟ یہ بناوٹ تو نہیں ؟

عُمیر: آپ مجھ میں کیا خستہ حالی پاتے ہیں ؟ کیا میں تندرست نہیں ہوں ؟ میرے ساتھ تو دنیا اور جو کچھ اس میں ہے وہ سب کچھ موجود ہے ۔

عمرؓ: تمہارے ساتھ دنیا کی کیا کیا چیزیں ہیں ؟

عمیر: میرے ساتھ تھیلی ہے ۔ اس میں میری خوراک رہتی ہے ۔ میرے ساتھ لگن ہے ۔ اس میں اپنے کپڑے دھو لیتا ہوں ۔ میرے ساتھ کٹورا ہے ۔ اس میں میرے پینے کا پانی رہتا ہے ۔ میرے ساتھ لاٹھی (سونٹا) ہے ۔ اگر دشمن سے مڈبھیڑ ہو تو اس سے اس کا مقابلہ کروں گا ۔ اور اگر سانپ آڑے آجائے تو اسی سے اس کا سر کچل دوں گا ۔ اب دنیا میں جو کچھ باقی رہ گیا وہ سب اسی کے تابع ہے جو میرے ساتھ ہے ۔

البیان والتبین ۔ ج ۳ ص ۴۳

ملحوظہ: خبر میں اس سے زیادہ کچھ اور نہیں ہے ۔ عمرؓ نے غالباً تحسین فرمائی ہوگی ۔

۷۵ عمرؓ کے دورِ خلافت میں ایک سال بارش بالکل نہیں ہوئی ۔ اس وقت کعب بن

مالتیع حمیری (متوفی سنہ ۳۲ھ) نے عمرؓ سے کہا: امیرالمومنین! جب بنو اسرائیل پر خشک سالی کی بپتا پڑتی تو نبیوں کے رشتہ داروں کو ساتھ لے کر اللہ کی جانب رجوع ہوتے اور پانی کے لئے دعا کرتے تھے۔ (مناسب ہے کہ آپ بھی ایسا کریں)۔

کعب کے اس مشورہ کی بنا پر عمرؓ نے رسول اللہ صلعم کے چچا عباس بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف کو اپنے ساتھ لے کر اللہ سے بارش کی دعا کی۔

یہ اس طرح کہ آپ عباس کا ہاتھ تھامے ہوئے منبر پر چڑھے۔ دعا کی اور گناہوں سے معافی چاہنے کے علاوہ کچھ نہیں کہا (اور نہ کچھ کیا)۔

اس پر لوگوں نے کہا: آپ نے بارش کے لئے دعا نہیں کی۔ اللہ سے صرف گناہوں کی بخشش چاہی؟

عمرؓ نے کہا: میں نے تو جاہلی دور کے باطل عقیدہ سے اللہ کی پناہ مانگ کر بارش کی درخواست کی ہے۔

بقول جاحظ اس سے عمرؓ کا اشارہ تنزیل کے سورۂ نوح کی ۱۱ویں آیت کی طرف تھا۔ آیت کا ترجمہ ہے: تم اپنے پروردگار سے گناہ بخشواؤ۔ بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے۔ تمہارے لئے بکثرت بارش برسائے گا۔

جاہلی دور میں لوگوں کا خیال تھا کہ چند ستارے ہیں جو بارش برساتے ہیں۔ ایسے ستارہ کو مجدح کہتے ہیں۔

البیان والتبین ج ۳ ص ۵۹ و ۲۷۹

ملحوظہ: درج بالا واقعہ صحیح البخاری کتاب ۱۵ ۔ الاستسقاء ۔ باب ۳ اور کتاب ۶۲ ۔ فضائل اصحاب النبی صلعم باب ۱۱ میں اس طرح ہے: یا اللہ ہم اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ذریعہ آپ کا تقرب حاصل کیا کرتے تھے اور آپ ہمارے لئے بارش برساتے اور اب ہم ہمارے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے چچا کے ذریعہ آپ کا تقرب حاصل کرتے ہیں۔ پس ہمارے

لئے بارش برسائیے۔

۷۶ عمرؓ فرمایا کرتے تھے: اگر صبر و شکر دونوں بمنزلہ سواری ہوں تو مجھے اس کی پرواہ نہیں کہ میں کونسی سواری اختیار کروں۔

البیان والتبین ج ۳ ص ۲۱۶

نیز البخلاء ج ۲ ص ۷۸

۷۷ ابوسعید حسن بصری نے کہا: عمر بن خطابؓ نے فرمایا: اللہ اس شخص پر رحم کرے جس نے ہماری برائیاں ہم تک پہنچائیں (ہمیں ہماری برائیوں سے واقف کرایا) اب جواب کی تیاری کرو کیوں کہ یقیناً تم سے سوال کیا جائے گا (کہ تم نے اپنی اور دوسروں کی برائیاں دور کرنے میں کیا کوشش کی)

مومن دین کا راستہ (اپنے طرز عمل) اپنی رائے سے نہیں بلکہ اس کو اپنے پروردگار کی ہدایت سے اختیار کرتا ہے۔ یہ حق وہی ہے جس نے اس پر قائم رہنے والوں کو دبلا کر دیا (فکر پر مائل کیا اور عمل پر ڈالا) اور ان کے اور ان کی خواہشوں کے درمیان آڑ بن گیا (حائل ہو گیا)

(اللہ کے دین پر) وہی صبر کرتا ہے جو اس کی فضیلت (اس کا خیر، مفید و حسین ہونا) جانتا اور اس کے اچھے نتائج کی امید رکھتا ہے۔ جس نے دنیا کی حمد کی اس نے آخرت کی مذمت کی۔ وہی شخص اللہ کی ملاقات سے کتراتا ہے جو اس کی ناراضی پر قائم ہے۔

آدم کے فرزندو! ایمان خوشنمائی و دیدہ زیبی یا ارمانیں یا آرزوئیں نہیں ہے۔ ایمان وہ ہے جو دلوں میں پیوست اور عمل اس کی توثیق و تصدیق کرے۔

البیان والتبین۔ ج ۳ ص ۱۳۴

۷۸ حسن بصری کہتے ہیں: عمرؓ نے فرمایا: مانگنے والے دو طرح کے ہوتے ہیں۔ ایک مانگنے والا تو وہ ہے جو دنیا مانگتا ہے۔ تم دنیا کو اس کے گلے میں ڈال دو (سینہ

کے اوپر کے حصہ پر پھینک دو) کیوں کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ اس نے دنیا سے جو چیز مانگی لیکن اس سے جو کچھ ملا اسی سے اس کی موت واقع ہوئی ۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے اس نے دنیا سے جو کچھ حاصل کرنا چاہا وہ اس کو نہیں ملا ۔ اور جو نہیں ملا وہی اس کی ہلاکت کا سبب ہوا ۔

ایک مانگنے والا وہ ہے جو آخرت مانگتا ہے ۔ جب تم آخرت مانگنے والے کو دیکھو تو پھر تم (طلب آخرت میں) اس سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو ۔

البیان والتبین ج ۳ ص ۱۳۷ و ۱۳۸

۷۹ ایک مرتبہ عمرؓ نے خطاب عام میں کہا : لوگو ! سنو ! ! مجھ پر ایسا وقت آتا ہے جب میں خیال (= یقین) کرتا ہوں کہ جس شخص نے قرآن پڑھا وہ اس کے ذریعہ اللہ اور جو کچھ اللہ کے یہاں ہے ان کا طلب گار رہا ۔ مجھے فی الواقع ایسا خیال گزرا ہے کہ لوگ قرآن کو اسی لئے پڑھتے ہیں کہ اس کے ذریعہ وہ سب کچھ حاصل کریں جو اللہ کے یہاں ہے ۔ تم قرآن خوانی کے ذریعہ اللہ کے طلب گار ضرور رہو اور اپنے اعمال کے ذریعہ بھی اسی کے طالب رہو ۔

ہم تم کو اس وقت سے جانتے ہیں جب کہ وحی نازل ہوتی تھی ۔ اور رسول اللہ صلعم ہم میں موجود تھے ۔ اب وحی کا نزول بند ہو گیا ۔ اور رسول اللہ صلعم گزر گئے ۔ اب میں تم سے اسی طرح واقف ہوں جیسا کہ میں نے کہا ۔ آگاہ رہو جس نے ہم سے بھلائی ظاہر کی ہم اس کے متعلق اسی طرح نیک گمان رہیں گے اور اس کی ستائش کریں گے ۔ اور جس نے ہم سے برائی ظاہر کی ہم بھی اس کے متعلق اسی طرح بدگمان رہیں گے اور برائی کے سبب اس سے بیزار رہیں گے ۔

ان (نفوس) جانوں کو ان کی ناروا خواہشوں سے روکو کیوں کہ انھیں (ہمیشہ) اپنی خواہشوں کا لپکا لگا رہتا ہے ۔ اگر تم اپنی جانوں کو ان ناروا خواہشوں سے نہیں روکو گے تو وہ تم کو بدانجامی کی انتہا تک پہنچا دیں گے ۔

یہ (کلام اللہ) حق ہے۔ یہ (بظاہر) گراں بار و کڑوا معلوم ہوتا ہے (مگر اس کا نتیجہ فوز و فلاح ہے) اور باطل خفیف اور زود اثر معلوم ہوتا ہے (مگر اس کا نتیجہ ناکامی و نامرادی ہے)

توبہ کے ذریعہ غلطی کے ازالہ کی کوشش سے بہتر یہ ہے کہ غلطی ہی سے اجتناب کیا جائے۔ بسا اوقات کسی شئے پر صرف ایک ہی نظر نفسانی خواہش کو جنم دے دیتی ہے اور گھڑی بھر کی ایک خواہش انسان کو مدت دراز تک دل ریش و رنجیدہ رکھتی ہے۔

البیان والتبیین۔ ج ۳ ص ۱۳۸

۸۰ عمرؓ نے ایک شخص کو یہ نصیحت فرمائی: ایسا نہ ہو کہ لوگ (تعریف سے) تم کو اپنے نفس سے بھڑکی (بھلاوے) میں ڈال دیں۔ جو کچھ حکم ہے وہ ان پر نہیں تم پر چلے گا۔ دن بے پروائی سے مت گنوا دو۔ کیونکہ جو کچھ تم نے کیا ہے وہ اس کو محفوظ رکھنے والا ہے۔ اگر (کسی وقت) تم نے کچھ برائی کی ہے تو (فوراً) کچھ بھلائی (بھی ضرور) کرو۔ پرانی برائی دور کرنے میں میں نے نئی بھلائی سے زیادہ مطلوب تر و زود اثر شے کوئی اور نہیں دیکھی۔

البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۴۲

۸۱ عمرؓ کا گزر ایک مجمع کی طرف ہوا۔ یہ بیٹھے آپس میں (باتیں کرتے ہوئے) اپنے اپنے ارمان بیان کر رہے تھے۔ جب آپ کو دیکھا تو خاموش ہو گئے۔

عمرؓ نے پوچھا: تم لوگ کیا باتیں کر رہے تھے (کیا شغل تھا)

لوگوں نے کہا: اپنے اپنے ارمان بیان کر رہے تھے!

عمرؓ: (اچھا تو ٹھیک ہے) اپنے اپنے ارمان بیان کرو۔ میں بھی تمہارا ساتھ دوں گا۔

لوگوں نے کہا: آپ ہی اپنی تمنا ظاہر فرمائیے (تو مناسب ہے)

عمرؓ: میری تمنا ہے کہ اس گھر میں جتنے لوگ سما سکیں وہ سب کے سب ابوعبیدہ عامر بن جراح فہری اور ابوحذیفہ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبدشمس کے غلام سالم جیسے ہوں۔ سالم اللہ کی محبت میں شدید تھے۔ اگر وہ اللہ سے نہ ڈرے ہوتے تو بھی اس کی نافرمانی نہ کرتے۔

ابوعبیدہ کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ہر اُمت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین ابوعبیدہ بن الجراح ہیں۔

البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۵۰

۸۲ جریر بن عبدالحمید بن قرط اپنے شیخ عطار بن سائب سے روایت کرتے ہیں کہ: عبدۃ بن ہلال ثقفی نے کہا: مجھ پر کبھی کوئی ایسی رات نہ گزرنے پائے کہ میں سوتا رہوں اور نہ مجھ پر کوئی ایسا دن گزرنے پائے کہ میں اس میں کچھ کھاؤں۔

(یعنی رات بھر نماز کروں اور دن بھر روزہ رکھوں)

عبدۃ کا یہ قول عمرؓ تک پہنچا تو آپ نے سزا دینے کا ارادہ کیا۔

(اس دھمکی سے وہ اتنے متاثر ضرور ہوئے کہ) دونوں عیدوں اور بعد کے تین دنوں میں روزہ ترک کر دیا کرتے تھے۔

البیان والتبیین ج ۳ ص ۱۵۶

(باقی)

خریداریِ برہان یا ندوۃ المصنفین کی ممبری کے سلسلہ میں خط وکتابت کرتے وقت یا منی آرڈر کوپن پر برہان کی چِٹ نمبر کا حوالہ دینا نہ بھولیں تاکہ تعمیل ارشاد میں تاخیر نہ ہو۔ اس وقت بے حد دشواری ہوتی ہے جب ایسے موقعہ پر آپ صرف نام لکھنے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔

(منیجر)

عالمی اسلامی کانفرنس
عراق میں نوروز

۴

مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب عثمانی

دیگر فضائل کے علاوہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے لئے یہ شرف ہی کیا کم ہے کہ بڑے بڑے اصحاب کرام اور اجلہ خلفاء کی موجودگی میں بھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رازدارِ خاص تھے، تمام صحابہ ان کو "صاحب سرِ رسول اللہ" کے لقب سے یاد کرتے تھے، یہ ہمرازی اور رازداری کیا تھی اور یہ لقب ان کو کیوں ملا تھا، عام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں، ان کے نسب ناموں اور ان کے مکر وخداع کے پیچ وخم سے حذیفہ سب سے زیادہ باخبر تھے، اس خاص کام میں حضورؐ نے انہی کو اپنا ہمراز بنا رکھا تھا اور ان کو منافقین کے رازہائے سربستہ سے آگاہ فرمایا کرتے تھے، ان کی اسی خصوصیت کا اثر تھا کہ فاروق اعظم نے اپنے عہد خلافت میں ان سے دریافت کیا "انی عمالی احدٌ من المنافقین؟ قال نعم واحد، قال من ھو، قال لا اذکرہ، قال حذیفة فعزلہ، کانما دل علیہ" یعنی فاروق اعظم نے حذیفہ سے دریافت کیا "میرے عاملوں میں کوئی منافق تو نہیں ہے؟" حذیفہ نے جواب دیا "ہاں ایک ہے" پوچھا وہ کون ہے، حذیفہ نے کہا "اس وقت نہیں بتاتا"، حذیفہ کا بیان ہے کہ عمر فاروق نے بہرحال اس شخص کو معزول کر دیا، خلیفۂ ثانی ایسے جنازے میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے جس میں حذیفہ نہ ہوں، یہی خلش رہتی تھی کہ حذیفہ کی عدم شرکت کے کوئی معنی ہیں، اسی لیے کبھی کبھی مجمع سے برملا دریافت کرتے تھے "حذیفہ بھی موجود ہیں یا نہیں؟" حذیفہ نہ ہوتے